رسائل و مسائل

[مندرجہ ذیل سوالات ایک صاحب نے انگریزی زبان میں تحریر فرمائے ہیں۔ ہم یہاں ان سوالات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ ترجمہ کرتے ہوئے ہم نے سائل کی ان پیچیدہ اور ضمنی بحثوں کو حذف کر دیا ہے جو عام قارئین کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں]

مسئلہ ارتقاء

سوال - ارتقاء کے متعلق لوگوں کے اندر مختلف نظریات پائے جاتے ہیں بعض مفکرین انسانی زندگی کا ظہور محض ایک اتفاقی حادثہ خیال کرتے ہیں بعض کے نزدیک (جن میں ڈارون سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے) انسان نے زندگی کی اعلیٰ اور ارفع حالتوں تک پہنچنے کے لیے پست حالتوں سے ایک تدریج کے ساتھ ترقی کی ہے اور یہ ترقی تنازع للبقاء اور بقائے اصلح کی رہین منت ہے۔ بعض لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انسان ہمیشہ جغرافیائی ماحول کے سانچوں میں ڈھلتا رہا ہے جیسا کہ لامارک۔ بعض لوگ برگسان کے تخلیقی ارتقاء کے قائل نظر آتے ہیں۔ آپ کی تحریروں کے مطالعہ سے یہ بات منکشف نہیں ہو سکی کہ آپ ارتقاء کے کس پہلو کے مخالف ہیں۔ براہ کرم اس پہلو کی نشاندہی کریں۔

جواب: مسئلۂ ارتقاء پر میں نے جو اعتراضات بھی کیے ہیں وہ دراصل ڈارونزم کے خلاف ہیں۔ نفسِ ارتقاء تو ایک امر واقعی ہے جس سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن ڈارونزم ایک مفروضے سے زیادہ کچھ نہیں ہے، اور مفروضہ بھی ایسا جو تمام مشہود حقائق کی معقول توجیہ نہیں کرتا، بلکہ بعض حقائق کی قیاسی توجیہ کرتے ہوئے بہت سے حقائق سے نظر چرانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر ایک شدید علمی استبداد —— جو پادریوں کے مذہبی استبداد سے اپنی متعصبانہ نوعیت میں کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے —— اس کی پشت پناہی کرتا ہے

اور اس کے خلاف سائنٹفک تنقید کو برداشت نہیں کرتا۔ تاہم اس نظریے پر اب تک جو تنقیدیں گہرے علمی استدلال کے ساتھ ہوئی ہیں انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پر بکثرت اعتراضات ایسے ہیں جن کو رفع کرنے میں ڈارونزم کے حامی اب تک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ آپ اس تنقیدی لٹریچر کا مطالعہ کر کے خود دیکھ لیں کہ اعتراضات کتنے وزنی ہیں اور جن چیزوں کو ڈارونزم کا ثبوت کہا جاتا ہے وہ کس قدر کمزور ہیں۔ مثال کے طور پر صرف ایک ہی کتاب THE REVOLT AGAINST REASON کے مطالعہ کا میں آپ کو مشورہ دوں گا۔ میں جس چیز کو صحیح سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ نباتات و حیوانات کی ہر نوع، اور اسی طرح نوع انسانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا ہے کہ ہر نوع کے پہلے فرد کو وہ براہ راست اپنے تخلیقی عمل سے وجود میں لایا اور اس کے بعد خود اسی کے اندر اس نے تناسل کی طاقت رکھ دی جس سے بے شمار افراد توالد و تناسل کے ذریعے سے وجود میں آتے چلے گئے۔ یہ نظریہ تمام مشہود حقائق (OBSERVED FACTS) کی زیادہ بہتر توجیہ کرتا ہے اور کوئی اعتراض اس پر ایسا نہیں لایا جا سکتا جس کا جواب اس نظریہ میں موجود نہ ہو، نہ کوئی مشکل اس نظریے کی تفصیلات میں کسی جگہ ایسی سامنے آتی ہے جو حل نہ ہو سکتی ہو۔ سوال یہ ہے کہ ہر ممکن التصور مفروضے کو تو قابلِ غور سمجھا جاتا ہے، مگر اس نظریے سے فرار کیوں کیا جاتا ہے؟

شیطان کی حقیقت

سوال۔ جب بھی کسی برائی کے سرزد ہو جانے کے بعد مجھے مطالعۂ باطن کا موقع ملا ہے تو میں نے یوں محسوس کیا ہے کہ خارج سے کسی قوت نے مجھے غلط قدم اٹھانے پر آمادہ نہیں کیا بلکہ میری اپنی ذات ہی اس کی ذمہ دار ہے۔ جب میری جبلّی خواہش میرے فکر پر غالب آجاتی ہے اور میری روح پر میری نفسانیت کا قبضہ ہو جاتا ہے تو اس وقت میں گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ باہر سے کوئی طاقت میرے اندر حلول کر کے مجھے کسی غلط راہ پر نہیں لے جاتی۔ مگر جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ان فکری اور عملی گمراہیوں کا محرک شیطان ہے جو اپنا ایک

مستقل وجود رکھتا ہے۔ یہ دشمنِ انسانیت کبھی خارج سے اور کبھی انسان کے اندر گھس کر اُسے غلط راستوں پہ لے جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آپ بھی شیطان کو ایک مستقل وجود رکھنے والی ایسی ہستی تسلیم کرتے ہیں جو انسان کو بہکاتی اور پھسلاتی ہے۔

جواب: شیطان کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ وہ "جن" کی نوع کا ایک فرد ہے، اور اس نوع کے بہت سے افراد نوعِ انسانی کی طرح مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ نیز شیاطین جن انہی کافروں میں سے ہیں۔ اسی طرح قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ جنوں کی نوع ناری الخلقت ہے۔ مجھے اس نوع کے وجود میں کوئی اشکال محسوس نہیں ہوتا۔ مادہ اور قوت (ENERGY) کے متعلق ہماری معلومات درحقیقت ابھی بالکل ابتدائی ہیں۔ قوت کے مادی صورت اختیار کرنے کے بعد کی حالتوں کے متعلق تو ہم نسبتہً کچھ زیادہ جانتے ہیں، مگر مادی صورت اختیار کیے بغیر محض قوت رہنے کی حالت میں وہ کیا کیا کچھ ہو سکتی ہے، اس علم کی سرحد سے ابھی ہم آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے، اور آخر کیوں ممکن نہیں ہے کہ محض توانائی ہونے کی حالت میں بھی مختلف انواع کی موجودات اس کائنات میں ہوں؟ اور ان میں بعض قسم کی موجودات ایسی بھی ہوں جس کے افراد شعور و ارادہ اور حرکت و عمل کی قدرت کے ساتھ اپنی ایک مستقل ذات رکھتے ہوں؟ شیطان میرے نزدیک اسی نوعیت کی ایک مخلوق ہے اور یہ مخلوق بھی ہماری طرح اس کرۂ زمین میں پائی جاتی ہے۔

رہا ہمارے نفس کے ساتھ اس کا ربط (CONTACT)، اور اس کا ہمارے اندر کے معرکۂ خیر و شر میں شر کے رجحانات کو تقویت پہنچانا، تو یہ بھی کوئی ناقابلِ یقین یا ناقابلِ تعقل بات نہیں ہے۔ اپنے نفس کے متعلق ابھی ہماری معلومات بہت کم ہیں اور اس کی ترکیب کی گتھیوں کو ہم سلجھا نہیں سکے ہیں۔ یہ بات بعید نہیں کہ جس وقت ہم اپنے اندر ایک کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ آخری فیصلہ ابھی ہم نے نہیں کیا ہوتا ہے کہ خیر اور شر میں سے کس پہلو کو انتخاب کریں اس وقت کوئی غیر محسوس خارجی مؤثر ہمارے رجحاناتِ شر کو تقویت پہنچاتا ہو، اور اسی طرح کوئی دوسرا غیر محسوس خارجی مؤثر (یعنی فرشتہ) ہمارے رجحاناتِ خیر کو مدد دے رہا ہو، بغیر اس کے کہ ہم اس کے عمل اور طریقِ عمل کا ادراک کر سکیں۔ اگرچہ اس کا ادراک ہمیں نہیں ہوتا، لیکن اگر ایسی کشمکش کے مواقع پر بہت زیادہ غور سے اپنی اندرونی حالت کا جائزہ لیا جائے تو ایک

دھندلا سا خیال ضرور آتا ہے کہ خارج سے بھی کوئی چیز ہمارے داخلی عوامل کے ساتھ کام کر رہی ہے میں نے خود کبھی کبھی اس کو محسوس کیا ہے۔ بہرحال کسی غیر مادی صاحبِ تشخص ہستی کا ہمارے قوائے نفسانی سے براہِ راست ربط قائم کرنا اور ان کو متاثر کرنا کوئی بعید از امکان بات نہیں ہے اور نہ اس کا تصور کرنا کچھ مشکل ہے۔ الّا یہ کہ ہم پہلے ہی سے یہ فرض کر بیٹھیں کہ اس کائنات میں ہماری موجودات کے سوا اور کسی قسم کی موجودات نہیں ہیں۔

انسانیت کے مورثِ اعلیٰ۔ حضرت آدمؑ

سوال (۱) قرآنِ مجید نے حضرتِ آدم علیہ السلام کا ذکر جس انداز سے کیا ہے وہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ نوعِ بشری کے یہ سب سے پہلے رکن بڑے ہی مہذب تھے۔ اس سلسلہ میں جو چیز میرے ذہن میں خلش پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس متمدن انسان کے صلب سے وحشی قبائل آخر کس طرح پیدا ہو گئے۔ تاریخ کے اوراق پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبائل اخلاق اور انسانیت کی بالکل بنیادی اقدار تک سے ناآشنا ہیں۔ نفسیات بھی اسی امر کی تائید کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ وحشی انسانوں اور حیوانوں کے مابین کوئی بہت زیادہ فرق نہیں، سوائے اس ایک فرق کے کہ انسان نے اپنی غور و فکر کی قوتوں کو کافی حد تک ترقی دے دی ہے۔ یہ چیز تو مسئلۂ ارتقاء کو تقویت پہنچاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس معاملہ میں رہنمائی فرما کر میری اس خلش کو دور کریں گے اور اس امر کی وضاحت فرمائیں گے کہ ابتدائی انسان کی تخلیق کی نوعیت کیا تھی اور اس کے جبلّی قویٰ کس سطح پر تھے؟

(ب) حضرت آدم علیہ السلام تاریخ کے کس دور میں پیدا ہوئے؟ اس ضمن میں مذہب جو معلومات ہمیں فراہم کرتا ہے نفسیاتی اور ارضیاتی حقائق ان کی تائید نہیں کرتے۔ کیا آدم اور حوا کا یہ قصہ ایک تمثیلی اور مجازی چیز نہیں؟

جواب (۱) میں حضرت آدمؑ کو نوعِ انسانی کا پہلا فرد سمجھتا ہوں اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ پہلے فرد کی براہِ راست (DIRECT CREATION) تخلیق کی گئی تھی، اور یہ کہ اس فرد کو پیدا کر کے یونہی چھوڑ نہیں دیا گیا کہ خود ہاتھ پاؤں مار کر فکری اور عملی تہذیب کی جانب پیش قدمی کرے، بلکہ اسے خداوند تعالیٰ کی رہنمائی و نگرانی میں وہ ابتدائی تربیت بھی دی گئی جو تہذیبِ انسانی کی داغ بیل ڈالنے کے لیے لازمًا درکار تھی۔ آپ غور کریں تو خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر نوع کے افراد کو زندگی کا آغاز کرنے کے لیے کچھ بنیادی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ حیوانات کے افراد کو یہ رہنمائی بہت کم اور محدود پیمانے پر درکار ہوتی ہے اور وہ ہر بچۂ حیوان کو بالعموم اس کے ماں باپ یا دوسرے افرادِ نوع سے ملتی ہے۔ انسان کا بچہ اس سے بہت زیادہ اور بڑے پیمانے پر نگہبانی و رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے جو اگر نہ ملے تو وہ یا تو زندہ ہی نہیں رہ سکتا، یا بچۂ انسان کی حیثیت سے نشوونما نہیں پا سکتا۔ یہ ابتدائی اور ضروری رہنمائی میرے نزدیک ہر نوع کے پہلے فرد کو، اور اسی طرح نوعِ انسانی کے بھی اوّلین فرد کو اس کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔

یہ بات کہ انسان کبھی تہذیب سے بالکل عاری اور اپنی حالت میں پوری طرح حیوانات کی سطح پر تھا، محض ایک مفروضہ ہے جو اس دوسرے مفروضے پر قائم کیا گیا ہے کہ انسان حیوانات میں سے ترقی کرتا ہوا حالتِ انسانی کو پہنچا ہے۔ اس وقت تک کے مشاہدات میں کوئی چیز ان دونوں مفروضات کی تائید کرنے والی (تائید اس معنی میں کہ انہیں ثابت کر دے) نہیں ملی ہے۔ اس کے برعکس قدیم ترین آثار میں بھی جہاں کہیں انسان (نہ کہ کوئی خیالی مفقود حلقہ (MISSING LINK) ملا ہے وہیں تہذیب کے بھی نشانات ملے ہیں، چاہے وہ کیسے ہی ابتدائی مرحلے کے ہوں۔ خالص غیر مہذب و غیر متمدن انسان، مثلِ حیوان، اب تک کہیں نہیں پایا گیا ہے۔ جن کو آپ غیر متمدن (SAVAGES) کہتے ہیں، ان میں اور حیوانی زندگی کی برتر صورتوں میں اگر واقعی تقابل کیا جائے تو ایسے بنیادی فرق پائے جائیں گے کہ حیوان کی کسی اونچی سے اونچی قسم کو انسان کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ وحشیانہ حالت سے بھی کوئی نسبت نہ ہو گی۔ یہ دراصل ارتقا خولیا ہے جس کی وجہ سے کچھ سطحی تشابہات کو انسان و حیوان میں مماثلت کی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ بالکل ابتدائی حالت میں بھی چند چیزیں ایسی ہیں جو قطعی طور پر انسان اور حیوان

میں فرق کر دیتی ہیں۔ مثلاً حیا جس کا اظہار اعضائے جنسی کو چھپانے اور معاشرت میں اخفاء سے کام لینے کی صورت میں ہوتا ہے۔ الفاظ اور اشارات کی شکل میں اظہارِ خیال جو حیوانات کی آوازوں سے بالکل بنیادی طور پر مختلف ہوتا ہے۔ قوتِ ایجاد جو حیوانات کی جبلت کے تحت لگی بندھی صنعتوں سے کلیۃً اپنی نوعیت میں بالکل ایک مختلف چیز ہے۔ ارادی اور غیر ارادی افعال میں فرق کرنا اور ارادی افعال پر اخلاقی احکام لگانا جو حیوانات کی کسی بڑی سے بڑی ترقی یافتہ شکل میں بھی موجود نہیں ہے۔ مذہبی حس جو حیوانات میں مفقود ہے مگر انسانوں کا کوئی گروہ انتہائی وحشت کی حالت میں بھی اس سے خالی نہیں پایا گیا ہے۔

(ب) آدم کا زمانہ وجود متحقق کرنے کا ابھی تک کوئی ذریعہ نہیں ملا ہے۔ کوئی علم اس معاملہ میں یقینی یا قریب بہ یقین معلومات فراہم نہیں کرتا۔ یہ علم صرف انبیاء اور کتبِ آسمانی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ البتہ علمِ تناسل اور قیاسِ عقلی کی مدد سے دو نظریے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ موجودہ انسانی نسل متعدد انسانی مورثوں کے نطفے سے نکلی ہو۔ یا پھر یہ کہ اس کا ایک ہی مورث ہو اور اس سے حیاتِ انسانی ان بے شمار افراد تک منتقل ہوئی ہو۔ آپ خود دیکھ لیں کہ ان میں سے کونسا نظریہ زیادہ قرینِ عقل ہے۔

مسئلۂ تقدیر

سوال: مجھے آپ کی تصنیف مسئلۂ جبر و قدر کے مطالعہ کا موقع ملا۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ آپ نے نہایت ہی علمی انداز میں اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جبر و قدر کے جو مباحث ملتے ہیں اُن میں قطعاً کوئی تناقض نہیں۔ اس معاملہ میں تو میری تشفی ہو چکی ہے مگر ذہن میں پھر بھی دو سوال ضرور اُبھرتے ہیں، ایک یہ کہ کیا انسان کی تقدیر پہلے سے طے ہے اور مستقبل میں جو واقعات و حوادث اُسے پیش آنے والے

ہیں وہ ازل سے ہی مقرر اور متعین ہیں۔ اور اب ان کے چہرے سے صرف نقاب اٹھانا باقی رہ گیا ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہو تو پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ صورتِ حال انسان کے ارادہ و عمل کی آزادی کے ساتھ کیسے میل کھا سکتی ہے؟

جواب: تقدیرِ سابق اور انسان کی آزادیٔ و ارادہ کے درمیان کس نوعیت کا تعلق ہے اور ان دونوں کے حدود کیا ہیں، یہ مسئلہ درحقیقت ہماری گرفت سے باہر ہے اور اس کے متعلق کوئی یقینی بات کہنے کی پوزیشن میں ہم نہیں ہیں۔ البتہ اصولی طور پر تین باتیں ایسی ہیں جو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں:

ایک یہ کہ انسان اپنی تقدیر خود بنانے پر کلیتہً قادر نہیں ہے بلکہ جو طاقت پوری کائنات کا نظام چلاتی ہے وہی انسان کی (بحیثیت نوع، بحیثیتِ قوم، بحیثیتِ گروہ اور بحیثیتِ فرد) تقدیر بناتی ہے۔ البتہ اس کا ایک حصہ (جس کی مقدار ہمیں نہیں معلوم) انسان کے دائرۂ اختیار میں بھی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کا علمِ سابق انسان کے تمام آنے والے حالات پر حاوی ہے۔ خدائی کا عظیم الشان کام ایک دن بھی نہیں چل سکتا اگر خدا اپنی کائنات میں ہونے والے واقعات سے بے خبر ہو اور کوئی واقعہ جب پیش آجائے تب ہی اسے خبر ہو۔

تیسرے یہ کہ اللہ کی قدرت نے انسان کو محدود پیمانے پر کچھ اختیارات دیے ہیں جن کے لیے آزادیٔ ارادہ ناگزیر ہے اور اللہ کا علم خود اسی کی قدرت کے کسی فعل کو باطل نہیں کرتا۔